مثالی لوگ

۲

شہید محمد علی رجائی

ترجمہ و ترتیب: سید سجاد حیدر صفوی

مثالی لوگ

شہید محمد علی رجائی

آغوش مادر سے آغوش شہادت تک

ترجمہ وترتیب:

سجاد حیدر صفوی

احمد بک ڈپو
پھاٹک امام بارگاہ شاہ کربلا
رضویہ سوسائٹی، کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: مثالی لوگ (شہید محمد علی رجائی)

مترجم: سجاد حیدر صفوی

تصحیح: محمد اشرف

ناشر: نشر شاہد

طبع اول: جون ۲۰۰۷ء

تعداد: ۲۰۰۰

ISBN:964-394-254-6

فہرست

مقدمہ ۵

بچپن اور جوانی

وہ سال کیسے گزرے؟! ۹

شہید رجائی کا برتاؤ اپنی ماں کے ساتھ ۱۱

گھر ایک چھوٹی سی دنیا ۱۲

جوانمردی ۱۴

انسان دوستی ۱۶

عورت میدان عمل میں ۱۸

ایک پاک و پاکیزہ ہدف میں پایداری ۲۱

قناعت آخر کب تک؟! ۲۳

طالب علمی سے وزارت تعلیم تک

گمراہ استاد ۲۵

شاگرد کی عیادت ۲۶

استاد شمع محفل ۲۸

استاد کی اہمیت ۳۰

غیر منظم طلبہ کے ساتھ ان کا برتاؤ ۳۱

طنز و مزاح کے ساتھ تدریس ۳۳

دین کی رعایت ۳۴

طالب علم چور نہیں ہوسکتا ۳۶

دین کی رعایت ۳۸

آپکا اجر خدا دیگا ۴۰

کسی کے آگے نہ جھکو ۴۱

وزارت عظمیٰ اور صدارت

قیمت مناسب ہے ۴۲

تازہ ناشپاتی ۴۳

ایک البم ۴۵
سب سے پہلا کام، نماز جماعت ۴۷
شخصی ملاقات ممنوع ۴۹
ایک مشہور تصویر کی بات ۵۰
مقصد اسلام ہے نہ کہ مقام و منصب ۵۱
سادہ زندگی ۵۲
وزیر اعظم کا دفتر ۵۴
قوم کی خدمت ۵۶
ملت کا درد ۵۸
یہ بھی زیادہ ہے ۶۰
اسی لباس میں ۶۲
بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ۶۳
اسراف ممنوع ۶۵
رجائی کے یا صدر مملکت کے مہمان؟! ۶۷
وزیر اعظم یا مزدور ۷۰
میرے اس دن کی فکر کرو ۷۱
حق اللہ وحق الناس
عابد شب زندہ دار ۷۲
صرف خدا کے لئے ۷۴
اوّل وقت نماز ۷۷
وہی محمد علی رجائی ۷۸
پڑوسی اس کو کہتے ہیں ۸۰
اس سے کچھ نہ کہو ۸۲
کچھ باتیں تصویروں کی زبانی
فقط خدا کا نام ۸۳
عزت و استقلال ۸۴
قناعت ۸۶
پند و نصیحت والا گھر ۸۶
لوگوں کا دیدار ۸۷
اصل مشکل ۸۷

مقدمہ ناشر

ایران کے اسلامی انقلاب کی بہت سی برکتوں میں سے ایک، ایسے ہمہ گیر چہروں کا ظہور ہے جو پوری ایک ملت کو بیدار کرنے اور اسے نئی زندگی عطا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ تابناک چہرے ہیں جو ایک طرف بلند اسلامی افکار سے آشنا ہیں اور دوسری طرف میدان عمل میں بھی شریعت کی پیروی میں پیشگام ہیں، دشمنان دین کے مکر وحیلوں کو بھی جانتے ہیں اور ساتھ ہی محاذ کفر کے ساتھ برسر پیکار رہنے پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور شاید پوری تاریخ میں کبھی بھی امت مسلمہ آج کی طرح بڑی شدت کے ساتھ ایسے چہروں کے انتظار میں نہیں تھی۔

اس قسم کے مفکرین ایک خاص قوم وسرزمین سے بالاتر ہیں اور چونکہ یہ لوگ خالص اسلامی فکر کے پرورش یافتہ ہیں لہٰذا ہر مسلمان کے لئے، چاہے وہ کسی بھی زبان یا قوم سے وابستہ ہو، ایک نمونہ اور آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس قسم کے تابناک چہروں کو پہچاننے کا ایک طریقہ ان کی زندگی کے ایسے مختلف حالات وواقعات کا مطالعہ

کرنا ہے جن سے ان کے بلند افکار، دینی بصیرت اور سماجی کردار کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

ہمیں بہت فخر ہے کہ ہم ایسے چند ایک اسلامی مفکرین کے حالات زندگی کا اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں جنہوں نے اسلامی انقلاب کی کامیابی میں ایک اہم رول نبھایا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مسلمان جوان، ان عظیم ہستیوں کو اپنا آئیڈیل قرار دے کر اسلامی سرحدوں کے اندر، اسلامی فکر کی تقویت اور مذہبی اقدار کی بالادستی کے لئے کوشاں رہیں گے۔

اس مجموعہ کے لئے جن دوستوں نے تعاون دیا ہے ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں خاص کر جناب سید سجاد حیدر کہ جنہوں نے شہید رجائی کے زندگی نامے کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے کی زحمت اٹھائی ہے۔

انتشارات نشر شاہد

امام خمینیؒ:

سب لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ "شہید رجائی" ایک دیندار اور خدمتگار شخصیت تھی۔ اور وہ واقعاً ایسے معلّم با اخلاق تھے جنہوں نے اپنے رفتار وکردار کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ جسکی مثال کم دیکھنے کو ملتی ہے۔

آیۃ اللہ خامنہ ای مدظلہ:

شہید رجائی بہت با اخلاق، متقی و پرہیز گار آدمی تھے۔ یہ ایسی شخصیت تھی جس نے واقعاً اپنے آپکو پہچانا تھا۔ بعض لوگ اپنے آپ سے غافل رہتے ہیں اور نتیجتاً ان کی شخصیت میں پائے جانے والے عیوب و نقائص ختم نہیں ہو پاتے، لیکن شہید رجائی ایسے شخص تھے جو اپنے آپ کی طرف مکمل طور سے متوجہ تھے لہٰذا ہمیشہ اپنے نقائص و عیوب کو کم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اور مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک پاکباز، خدا والے، مخلص، متقی اور نابغہ روزگار انسان تھے۔

بچپن
اورجوانی

وہ سال کیسے گزرے؟!

تاریخ اِس بات کی شاہد ہے کہ وہ افراد جو کمال کے اعلیٰ مدارج اور شہرت کی بلندی تک پہنچے ہیں اُن سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جنکی کامیابی کے پیچھے یا ان کے ہمدرد والدین کا ہاتھ ہوتا ہے یا کسی شفیق اور مہربان استاد کا اور ماہرین تعلیم وتربیت اس بات کے قائل ہیں کہ ایک نوجوان کی صحیح فکری ساخت کیلئے گھر اور اسکول کے بعد جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ ہے ایک اچھا معاشرہ۔ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر شہید رجائی کی زندگی پر نگاہ کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ شہید رجائی کے سر پر نہ تو باپ کا سایہ تھا، نہ انہوں نے مستقل

طور پر کسی اسکول میں تعلیم حاصل کی اور نہ ہی انہیں اچھا ماحول اور معاشرہ ملا۔

چار سال کی عمر میں (جب بچہ اپنے باپ کی شفقت و محبت کا محتاج ہوتا ہے) ان کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا تھا اور غربت کی وجہ سے اپنی ماں کی ہمت سے شہر قزوین ہی میں ابتدائی تعلیم حاصل کرتے رہے اور پھر کم عمری کے باوجود کسب معاش کی تلاش میں عازم تہران ہو گئے۔

یقیناً تعجب ہوتا ہے کہ اس دور میں جب پورے ایران میں عریانیت تھی اور حکومت کا شیرازہ بکھر چکا تھا شہید رجائی کس طرح سے تہران جیسے شہر میں دن میں مزدوری اور رات میں پڑھائی کرتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ انہوں نے کس طرح اپنے آپ کو، اپنی فکر اور اپنے دین کو ایسے ماحول سے بچایا جہاں ہر طرف شیطنت ہی شیطنت تھی اور ایک نوجوان کے بھکنے کے تمام وسائل فراہم تھے۔

جب ان کی زندگی پر نظر پڑتی ہے تو ایک ہی چیز ملتی ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ اچھے لوگوں کی ہم نشینی اختیار کریں۔ اسی لیے وہ ہمیشہ آیۃ اللہ طالقانیؒ کے درس اخلاق میں شرکت کرتے تھے اور اپنے آپکو اس معلّم اخلاق کی باتوں اور نصیحتوں پر عمل پیرا ہو کر سنوارنے کی کوشش کرتے تھے۔

(حسن عسکری راد)

شہید رجائی کا برتاؤ اپنی ماں کے ساتھ

محمد علی رجائی تو بچپن ہی میں اپنے باپ کے سائے سے محروم ہو چکے تھے لہٰذا انہوں نے اپنی زندگی کے بقیہ سال اپنی مہربان ماں اور بڑے بھائی (جو ان کیلئے ایک استاد اور باپ کی حیثیت رکھتے تھے) کے زیر سایہ گزارے۔ رجائی جتنا جتنا بڑے ہوتے جارہے تھے باپ کی کمی کا احساس اتنا ہی انہیں ستاتا تھا لیکن انہیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ ماں کی محبت اور بھائی کی شفقت نے ان کے احساس یتیمی کو ختم کر دیا ہے اسی لیے وہ ہمیشہ اپنی ماں اور بھائی کی زحمتوں کو اہمیت دیتے تھے اور ان کا بہت زیادہ ادب واحترام کرتے تھے۔

جب باہر سے گھر آتے، سب سے پہلے ماں کے پاس جاتے، انہیں سلام کرتے اور ایک خاص احترام کے ساتھ ان کا بوسہ لیتے تھے اور کبھی بچوں کی طرح ماں کے زانو پر سر رکھتے تھے اور کہتے ''انسان چاہے ضعیف بھی ہو جائے لیکن ماں کے سامنے اپنے آپ کو بچہ ہی سمجھتا ہے''

(شہید رجائی کی زوجہ)

گھر ایک چھوٹی سی دنیا

شہید رجائی کا ایک دوست بیان کرتا ہے کہ وزارت عظمٰی کے دور میں شہید رجائی بعض اوقات آدھی آدھی رات تک اپنے دفتر میں بیٹھے رہتے اور ملک کی مشکلات اور حالات کو حل کرنے میں لگے رہتے تھے۔ ایک بار رات کو تقریباً دس بجے جب ہمارے گھر جانے کا وقت ہو چکا تھا میں نے نظریں دوڑائیں تو دیکھا رجائی غائب ہیں ہر اُس جگہ انہیں تلاش کیا جہاں ان کی موجودگی کا احتمال تھا لیکن کہیں نہیں ملے آخر کار میں حمام (Bath room) گیا وہاں کیا دیکھا کہ آئینہ کے سامنے اپنے کپڑوں کو مرتب کر رہے ہیں اور اپنی مونچھیں سنوار رہے ہیں۔ مجھے ہنسی بھی آئی اور تعجب بھی ہوا کہ سجنے سنورنے کا یہ کون سا وقت

ہے؟!

انہوں نے مجھے آئینہ سے دیکھ لیا تھا۔فوراً پیچھے مڑ کر کہنے لگے: شاید تمہیں تعجب ہوگا؟ میں نے کہا: جی ہاں!

اس وقت نہ آپکو کسی سے ملاقات کیلئے جانا ہے اور نہ کوئی دوسرا پروگرام ہے اور گاڑی میں بھی ہمیں دیکھنے والا کوئی نہیں بلکہ ہمیں سیدھا گھر جانا ہے پھر یہ سب کس لیے؟!

وہ ایک مرتبہ مسکرائے اور کہنے لگے! دوست! خانوادہ بھی معاشرہ کا ایک حصہ ہے بلکہ خود ایک چھوٹا سا معاشرہ ہے ایک انسان جس طرح صبح کے وقت نہا دھو کر اور بن سنور نکلتا ہے اسے گھر جاتے وقت بھی ویسے ہی منظّم اور مرتّب ہو کر جانا چاہیے۔

اگر ہماری زندگی میں شب و روز مشکلات پائی جاتیں ہیں تو ہمارے گھر والوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ ہم خستہ حال ہو کر اور بکھرے بالوں کے ساتھ ان کا سامنا کریں۔

ہاں بھائی! انصاف یہی ہے کہ ہمیں ہر حال میں اپنے گھر والوں کے حقوق کا بھی خیال ہونا چاہیے۔

(کتاب رمز جاودانگی)

جوانمردی

شہید رجائی کے ایک دوست کا بیان ہے کہ انقلاب سے پہلے ایک مرتبہ وہ میرے ساتھ تھے میں نے دیکھا کہ وہ میدان ایران سے میدان ژالہ پھل خریدنے کیلئے چلے۔ میں نے ان سے کہا پھل خریدنے کیلئے اتنی دور کیوں جا رہے ہو! کہنے لگے وہاں میرا ایک دوست ہے جو پھل وغیرہ بیچتا ہے۔ میں بھی ساتھ میں گیا میں نے دیکھا کہ علیک سلیک اور احوال پرسی کے بعد وہ خراب اور کچلے ہوئے پھل اپنے تھیلے میں ڈالنے لگے۔ مجھے بہت تعجب ہوا، اس لئے میں نے ان کی مدد کیلئے دو تین اچھے اور سالم پھل ان کے تھیلے میں ڈال دیئے لیکن انہوں نے فوراً وہ باہر نکال دیئے اور ان کی جگہ وہی خراب اور کچلے ہوئے پھل لیے اور یہ سب کام انہوں نے اسطرح

سے کیا کہ ان کا دوست متوجہ نہ ہوسکا اور پھر اسکی قیمت ادا کر دی۔ راستے

میں میں نے ان سے پوچھا آخر ماجرا کیا ہے؟ پہلے تو کچھ نہیں بتایا لیکن جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو کہنے لگے:

اس شخص کے دو لڑکے تھے ایک تو جنگ میں شہید ہو گیا اور دوسرا قید خانہ میں ہے اس لئے میں اور میرے کچھ اور دوست ہفتہ میں ایک دن اس سے پھل خریدتے ہیں تا کہ اسطرح سے اسکی کچھ مدد اور دلجوئی کرسکیں۔

(غلام رضا فاضلی)

انسان دوست

۱۳۴۶ھ ش میں شہید رجائی کی ماں کا انتقال ہوگیا۔ان کی وصیت کے مطابق انہیں قم منتقل کیا گیا اور وادی السّلام میں سپرد خاک کیا گیا اور پھر ہم حرم معصومہ کی زیارت سے مشرف ہوئے حرم میں داخل ہوتے وقت ایک شرارتی بچے نے اپنی بندوق (کھلونا) سے میری طرف ایک کنکڑ اچھالا جو میری آنکھ پر لگ گیا۔

مجھے غصہ آگیا اور میں نے اس بچے کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ماردیا جسکی تاب نہ لاکر وہ زمین پر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔میں ڈر گیا اور وہاں سے بھاگ کر بس میں آکر بیٹھ گیا۔کچھ دیر بعد سب رشتہ دار آگئے لیکن شہید رجائی نہیں آئے یہاں تک کہ دو گھنٹے گزر گئے اور جس وقت وہ آئے سب نے تاخیر کا سبب پوچھا چونکہ سب جانتے تھے کہ وہ وقت کے پابند ہیں اور کبھی تاخیر نہیں کرتے۔میں نے بھی ان سے تاخیر کا سبب پوچھا تو فوراً کہنے لگے کم از کم تم تو

شرم کرو۔

پھر خاموشی سے میرے قریب میں بیٹھ گئے۔راستے میں کئی بار میں نے ان سے ناراضگی کا سبب پوچھا لیکن وہ ٹالتے رہے پھر جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو کہنے لگے: دوسروں کے بچوں کو مارتے ہو اور بھاگ جاتے ہو۔میں اس بچے کو اسپتال (Hospital) لے گیا تھا۔ڈاکٹر کے معائنہ کرنے کے بعد جب اسے ہوش آیا تو اسے اس کے گھر لے گیا اور اس کی ماں سے ساری تفصیل بتا دی اور اپنے گھر کا فون نمبر بھی دے دیا، یہ کہہ کر کہ ''اگر آپکا بچہ ٹھیک ہو گیا تو شکر خدا کا اور اگر اچھا نہ ہوا تو مجھے فون کیجئے میں اپنے بھانجے کو آپکے حوالے کروں گا۔

(یوسف صباغیان، شہید کا بھانجا)

عورت میدان عمل میں

ایک دن صبح کے وقت دیکھا آقائے رجائی کی بیوی دکان پر روٹی لینے کیلئے کھڑی ہیں۔میں نے سلام کیا اور تعجب سے پوچھا: کیا آقائے رجائی کو گرفتار کرلیا گیا ہے جو آپ روٹی خریدنے باہر آئی ہیں؟!

کہنے لگیں،نہیں ایسی بات نہیں ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ آپ کو بھی باہر کے کاموں سے آشنا ہونا چاہیے تاکہ اگر میں گرفتار ہوجاؤں تو آپ کو باہر جانے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور اگر آپ کو کچھ ہوگیا تو میں گھر کا کام کرسکوں۔

ایک پاک و پاکیزہ ہدف میں پایداری

شاہ کے زمانے میں انقلاب کی آواز بلند کرنے والے قیدیوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں اور پیر کے تلووں پر اتنے زیادہ کوڑے مارے جاتے تھے کہ قیدی گھٹنوں کے بل چلنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

لیکن شہید رجائی خود فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی اس کمرے میں لے جایا جاتا تھا جہاں قیدیوں کو سزا دی جاتی تھی میں اپنے آپکو خدا کے حوالے کر دیتا تھا، قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کرتا تھا مخصوص دعائیں پڑھتا تھا اور اپنے اندر استقامت اور پائیداری کا احساس کرتا تھا۔ پھر یہ کوڑے اور یہ سزائیں میرے اوپر کوئی اثر نہیں کرتی تھیں بلکہ اس کی اتنی عادت ہو چکی تھی

کہ اگر وہ کسی دن مجھے سزا نہیں دیتے تھے تو میں سوچتا تھا کہ شاید آج خدا کی رحمت میرے شامل حال نہیں ہے۔

ایک چیز جو قید خانہ میں میں ہمیشہ اپنے آپ سے کہا کرتا تھا وہ یہ تھی کہ ''اے رجائی تم ہمیشہ دوسروں کی سرنوشت کیوں پڑھتے ہو اپنے قلم تقدیر سے خود اپنی سرنوشت کیوں نہیں لکھتے تا کہ دوسرے اس کو پڑھیں اور اس سے درس حاصل کرسکیں۔)

(اور یقیناً شہید رجائی نے خدا پر مکمل بھروسہ کر کے زندگی کی تمام سختیوں کا مقابلہ کیا اور اپنے عمل سے اُس بات کا اعلان کیا کہ)

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

(حسن عسکری راد)

قناعت بھری زندگی

شہید رجائی کی قناعت پسندی زبانزد خاص و عام تھی اور ہر ایک اس سلسلے میں ان کی بہت تعریف کرتا تھا۔ ۱۳۵۳ھ ش میں انکی گرفتاری سے پہلے ان کے کچھ قدیمی شاگردان کو دیکھنے مدرسہ رفاہ گئے. جب خدا حافظی کا وقت آیا تو شہید نے ان سب کو یادگار تحفہ کے طور پر ایک ایک پنسل دی اور خود بھی ایک پنسل اپنی جیب میں رکھ لی اور پھر اس سے روزانہ کے ضروری مطالب (Important notes) لکھا کرتے تھے۔

شہید رجائی کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ اگر کسی کاغذ میں کوئی جگہ خالی بچ جاتی تھی تو اسے پھاڑ کر جیب میں رکھ لیتے تھے تا کہ کسی مناسب موقع پر اسے استعمال میں لایا جا سکے اور وزارت عظمیٰ اور صدارت کے زمانے میں بھی اس کی مکمل رعایت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔ اس قناعت کے ذریعہ ان کے پاس جو کچھ بھی اپنی ضرورت سے زیادہ بچتا تھا اسے جمع کرتے تھے اور ''قرض الحسنہ'' کے طور پر ضرورتمندوں کو دیا کرتے تھے۔

(رمز جاودانگی)

طالب علمی سے
وزارت تعلیم تک

گمراہ استاد

میرا ایک دوست میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ عدالت میں میری شکایت ہوئی اور وزارت تعلیم نے مجھے معزول کر دیا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ جس وقت آقائے رجائی آئیں گے میں ان سے ضرور کہوں گا۔ آقائے رجائی آئے میں نے اس سے کہا کہ سنا ہے ایک استاد کو معزول کر دیا گیا ہے۔

محترم رجائی نے کہا: دراصل بات یہ ہے کہ اس استاد نے طالب علموں سے کہا کہ تم لوگ آزاد ہو جو چاہے کرو ہر طالب اپنے کام میں مشغول ہو گیا اور

ایک طالب قرآن کی تلاوت کرنے لگا۔ استاد نے اس سے کہا یہ کتاب نہ پڑھو یہ تمہارے دماغ کو خراب کردیگی۔ یہ بچہ ایک مذہبی گھرانے کا بچہ تھا اس نے اپنے باپ سے کہا اس کا باپ اسکول آیا اور استاد سے بحث کی جس سے اس کو پتہ چلا کہ فکری طور پر یہ ایک گمراہ استاد ہے لہٰذا اس نے عدالت میں اسکی شکایت کی اور عدالت نے اس کی معزولی کا حکم دے دیا۔

البتہ اگر آپ اس کو پہچانتے ہیں اور اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کرلے گا تو اس سے کہیے کہ میرے پاس آئے اور صرف اتنا کہے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی میں دوبارہ اسکا آرڈر لکھ دوں گا۔

(غلام رضا فاضلی)

شاگرد کی عیادت

شہید رجائی کا سب سے پسندیدہ کام بچوں کو تعلیم دینا تھا وہ ایک بہترین اور قابل استاد تھے اور کلاس کے معاملے میں بہت فعال (Active) تھے۔ شروع شروع میں تھوڑے سا خشک نظر آتے تھے لیکن بعد میں بچوں کے ساتھ ان کی ہمدردی، ان کی دلنشین مسکراہٹ اور وقار و متانت سب کو اپنی طرف جذب کر لیتی تھی اور ان کا ہر عمل بچوں پر اثر انداز ہوتا تھا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ ایک طالب علم (جس کے اوپر ساواک کے جاسوس ہونے کا الزام تھا) کا ایکسیڈینٹ ہو گیا جس کی وجہ سے اس کا پیر ٹوٹ گیا۔ باوجود اس کے کہ وہ ساواکیوں کے سخت مخالف تھے، تمام کلاس والوں سے کہا آپ لوگ آمادہ رہیں آج ہم لوگ اس کی عیادت کرنے جائیں گے۔

استاد کا اپنے شاگرد کی عیادت کے لیے جانا سب طلباء کیلئے یقیناً ایک درس تھا۔

(سید علی بنائی، شہید کا شاگرد)

استاد شمع محفل

شہید رجائی کا پسندیدہ کام تدریس تھا اور اس کی وجہ یہ تھی وہ جب آیۃ اللہ طالقانی کی تقریریں سننے جایا کرتے تھے ان کی باتیں شہید پر بہت اثر انداز ہوتی تھیں اور چونکہ انہوں نے آیۃ اللہ طالقانی ہی سے سنا تھا کہ دوسروں کو تعلیم دینا انبیاء کا طریقہ کار رہا ہے لہٰذا انہوں سے اسی کو اپنے لئے منتخب کیا۔ وہ اکثر اساتذہ سے کہا کرتے تھے! میرے بھائیو اور بہنو! آپ انسانیت کیلئے شمع محفل ہیں جسطرح شہید مطہری تھے۔ ہر شخص ایک چیز بناتا ہے لیکن آپ انسان بناتے ہیں۔ ایک بار ان سے پوچھا گیا استاد ہونا کیسا مشغلہ ہے؟ جواب دیا: بہترین کام ہے

کسی نے کہا: لیکن اس میں پیسہ سب سے کم ہے۔

جواب دیا: پھر یہ بدترین کام ہے۔

شہید رجائی نے ان دو مختلف جوابوں سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اگر کوئی اس پاک و پاکیزہ مشغلہ کی اہمیت کو نہ سمجھے اور صرف پیسے کیلئے استاد بنے تو اس نے بدترین پیشہ اختیار کیا ہے۔اور اس سلسلے میں وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ:

''میں نے غلطی کی جو استاد بن گیا کیونکہ اس کی ذمہ داری بہت سخت ہے لیکن اگر مجھے دوبارہ کوئی خدمت کرنے کیلئے کہا جائے تو میں پھر یہی غلطی کروں گا''۔

(رمز جاودانگی)

استاد کی اہمیت

انقلاب سے پہلے تہران دو حصّوں میں بٹا ہوا تھا شمالی حصّہ ،جنوبی حصّہ ۔جنوبی حصّہ میں اکثر فقیر اور نادار لوگ زندگی بسر کرتے تھے اور شمالی علاقہ میں مالدار اور امیر لوگ۔ اکثر اساتذہ یہ کوشش کرتے تھے کہ شمالی حصّہ میں پڑھانے جائیں تا کہ ان کی جیب اچھی طرح گرم ہو سکے نتیجے میں جنوبی علاقہ میں اساتذہ کی کمی پڑتی تھی اور شمالی علاقہ میں ضرورت سے زیادہ تھے۔

جب انقلاب آیا اور شہید رجائی کو وزیر تعلیم بنایا گیا تو ایک دن ایک استاد شہید رجائی کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا جسطرح سے بھی ممکن ہو میرا ٹرانسفر شمالی علاقہ میں کرا دیجئے۔شہید رجائی نے کہا کہ میں دوسری مرتبہ آپ سے کہہ رہا ہوں کہ قانون کے مطابق آپکی درخواست قابل قبول نہیں ہے۔استاد غصّہ میں آ گیا اور شہید کو دھمکی دیتے ہوئے کہنے لگا: ابھی بازار جا

کر ایک بندوق خریدوں گا اور گولی سے آپکا بھیجہ باہر نکال دونگا۔

شہید رجائی نے جواب دیا: ''میں یہ سمجھا کہ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں گولی سے اپنا بھیجہ باہر نکالوں گا۔ میں ڈر گیا کہ اگر آپ نے ایسا کر لیا تو ان ساٹھ شاگردوں کو کیا جواب دونگا جو اپنے استاد سے محروم ہو جائیں گے۔ اور پھر اس کی طرف مخاطب ہو کر برادرانہ انداز میں فرمایا:

''میرے بھائی! اگر مجھے مارنا چاہتے ہو تو کوئی مشکل نہیں اس لئے کہ وزیر تعلیم بہت مل

جائیں گے جس سے بھی کہو گے وہ وزیر تعلیم بننے کیلئے تیار ہو جائے گا۔ لیکن استاد بننے کیلئے سوز اور عشق درکار ہے۔ اس لئے اس کام کیلئے کوئی تیار نہیں ہو گا۔

(کاظم نائینی، شہید کا دوست)

غیر منظّم طلبہ کے ساتھ ان کا برتاؤ

شہید رجائی کا برتاؤ طلبہ کے ساتھ بہت ہی دوستانہ اور صمیمانہ تھا اگر ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تھی تو عام اساتذہ کی طرح نہ ہی وہ ڈانٹتے تھے اور نہ ہی کلاس سے باہر کرتے تھے بلکہ غیر مستقیم طور پر (Indirectly) بغیر اس کے کہ طالب علم کی شخصیت کو کوئی گزند پہنچے اس کی تادیب کرتے تھے۔ ان کا یہ ماننا تھا کہ اگر ایک استاد طالب علم کی غلطی کی بنا پر کان پکڑ کر کلاس سے باہر کر دے تو اس میں استاد کی شکست ہے نہ کہ طالب علم کی، اور جب کسی کو سزا دینا ہوتی تھی تو زیادہ سے زیادہ اسے کھیل سے محروم کر دیتے تھے اور ہمیشہ ایک مہربان اور حساس انداز میں طالب علموں کی غلطیوں کا ازالہ کرتے تھے۔

(رمز جاودانگی)

طنز و مزاح کے ساتھ تدریس

شہید رجائی کے بہت سے شاگرد بتاتے ہیں کہ تدریس کے وقت کس طرح سے وہ ایران کے امریکہ جیسے ممالک کے ساتھ تعلقات کو طنز کے انداز میں اور مختلف مثالوں کے ذریعہ بیان کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو (Indirectly) طور پر اس بات سے آگاہ کرتے تھے کہ ہماری خارجہ سیاست کس طرح غیروں سے وابستہ ہے اور ہمارے اقتصادیات اور کلچر پر بیگانہ افراد کا قبضہ ہے۔

ایک دن انہوں نے بلیک بورڈ (Black board) پر ایک موٹے آدمی کی تصویر بنائی جس کا پیٹ بہت بڑا تھا اور چہرہ اور ناک چپٹی ہوئی اور اس کے پیٹ میں ایک لاغر اور کمزور آدمی کی تصویر بنائی اور پھر اپنے شاگردوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا: کہ عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ قوی افراد کے ذریعہ

ضعیف افراد کا اور قدرتمند حکومتوں کے ذریعہ سے کمزور اور ناتواں حکومتوں کا حق غصب کیا جاتا ہے۔

یہ دو آدمی جن کی میں نے تصویر بنائی ہے باوجود اس کے کہ ان دونوں کو ایک طرح کی زندگی گزارنے کا حق ہے اور خدا کے نزدیک دونوں برابر ہیں لیکن معاشرے میں بہت سے افراد اس قوی ہیکل کی طرح اس ضعیف اور کمزور کے حق کو ہڑپ جاتے ہیں۔

(باقر انگشت باف، شہید کا شاگرد)

سال کا بہترین استاد

شاہ کے زمانے میں وزارت تعلیم کی جانب سال کے بہترین اساتذہ کو میڈل دیا جاتا تھا۔

ایک سال شہید رجائی کو بھی بہترین اور نمونہ عمل (Ideal) استاد کے طور پر منتخب کیا گیا۔ شہید رجائی سے کسی نے پوچھا آپ کو سال کا بہترین استاد چنا گیا ہے کیا آپ میڈل لینے کیلئے تیار ہیں۔ فرمایا! مجھے اس میڈل کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟

اسکول کا انچارج کہنے لگا: تعجب ہے !اگر مجھ سے خواب میں بھی یہ کہا جائے کہ تمہیں شاہ کے ہاتھوں سے میڈل ملے گا تو خوشی سے پاگل ہو جاؤں گا۔

شہید رجائی نے فرمایا: صحیح ہے اسطرح کے میڈل آپ ہی کو مبارک ہوں ؛لیکن میرا میڈل اور میرا انعام یہی ہے کہ میری کلاس میں ایک طالب علم درس سمجھ جائے اور اسکی وجہ سے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جائے اور مجھے اسی پر فخر ہے!

(ھرمز طاووسی مہیاری)

طالب علم چور نہیں ہوسکتا

تمام طلبہ کلاس میں جمع تھے، استاد تشریف لائے اپنے تھیلے (Bag) سے ایک فوٹو نکال لیا کلاس کو دکھایا اور پھر مغربی تعلیم و تربیت کی تعریف کرنے لگے۔ اس کے بعد ایرانی کلچر اور ایرانی تہذیب کی برائی کرنا شروع کی۔ اور کہنے لگے کہ مغربی طلبہ اپنے استادوں کے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتے ہیں لیکن یہاں دیکھیے ابھی کچھ دیر پہلے کسی طالب علم نے میرا چشمہ چرالیا۔

تمام طلبہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور استاد کی توہین آمیز باتوں کو سن رہے تھے لیکن رجائی سے برداشت نہیں ہوا اور فوراً کھڑے ہوگئے:

استاد! معاف کیجئے گا طالب علم کبھی چوری نہیں کرسکتا ہے بلکہ یہ آپکی غفلت ہے کہ چشمہ گم ہوگیا۔

آخر آپ کو کیا ہوگیا ہے جو آپ امریکی تعلیم و تربیت اور امریکن کلچر کی اتنی زیادہ تعریفیں کررہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اتنی بڑی کلاس کو اتنی چھوٹی

تصویر دکھانے کا کیا فائدہ جو قریب بیٹھے ہوئے آدمی کو بھی نہ دکھائی دے چہ جائیکہ کونے میں بیٹھا ہوا دیکھ لے اور دوسری بات یہ کہ امریکہ کی دو دو تین تصوریں دیکھ کر ہم کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ وہاں کا کلچر اچھا ہے۔

استاد، رجائی کی یہ باتیں سن کر آگ بگولہ ہو گئے اور غصّہ میں کہا: نکل جاؤ کلاس سے! وہ فوراً کلاس سے نکل گئے اور ان کے پیچھے اور بھی کئی طلبہ کلاس سے باہر آ گئے۔

(کاظم نائینی)

دین کی رعایت

ہمارا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ایک دن میں اور رجائی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔وہ اچانک مجھ سے مخاطب ہوئے اور بولے کہ پورے کالج میں صرف میں اور تم دو ہی ہیں جو داڑھی رکھتے ہیں ورنہ سب داڑھی مونڈھتے ہیں۔اور یہ سب ہم دونوں کو ''شیخ صاحب'' اور ''نمازی'' کہہ کر طعنہ دیتے ہیں۔اس لئے اگر ہم درس اچھی طرح نہیں پڑھیں گے یا کوئی نامناسب کام کرینگے تو ہماری شخصیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ دین و مذہب بدنام ہوگا۔

لہذا ہم کو دوسروں سے زیادہ محنت کرنا چاہیے۔اگر دوسرے ایک گھنٹہ پڑھتے ہیں تو ہم کو دو گھنٹہ پڑھنا چاہیے۔

یہاں تک آخر میں کسی سے مذاق کرنے لگتا تو اشاروں میں مجھ سے کہتے تھے کہ زیادہ مذاق نہ کرو مناسب نہیں ہے۔

اگر تم بھی دوسروں کی طرح رہنا چاہتے ہو تو جاؤ پہلے (Shave) کروا کے آؤ اوران کے ساتھ مل جاؤ پھر جو دل چاہے کرو۔لیکن اگر بظاہر دیندار بنتے ہو تو تمہارے کام بھی دینداری والے ہونا چاہیے ہیں۔

(کاظم نائینی)

آپکا اجر خدا دیگا

ایک دن شہید رجائی نے ایک طالب علم کو حساب (Mathmetics) میں کم نمبر دیئے۔ اس طالب علم کے سرپرست نے مدرسہ کی کافی مالی امداد کی تھی۔ اسلئے وہ شہید رجائی کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی اس کے نمبر زیادہ کر دیں، لیکن شہید رجائی نے نمبر بڑھانے سے انکار کر دیا۔ اس نے احسان جتاتے ہوئے کہا: آپ کو نہیں معلوم کہ میں نے اسکول کی کتنی امداد کی ہے؟ شہید رجائی نے ان سے کہا: بزرگوار محترم! اگر آپ نے خدا کیلئے امداد کی ہے تو اسکی جزاء خدا خود دیگا۔ اگر اسکول کے ذمہ دار حضرات کی مدد کی ہے تو انہیں کے پاس جائیے اور اگر میری مدد کی ہے تو میں آپکا پیسہ دینے کیلئے تیار ہوں۔

(حسین خوشنویسان، کمال اسکول میں ان کا ساتھی)

کسی کے آگے نہ جھکو

جب ڈسٹر (Dusret) ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر جاتا تھا تو اسکو اٹھانے کیلیئے کبھی جھکتے نہیں تھے۔ بلکہ سیدھا بیٹھتے اور کمر کو جھکائے بغیر اسے اٹھا لیتے۔ بعد میں بچوں کی طرف مخاطب ہو کر کہتے:

بچو! کسی کے آگے نہ جھکو سوائے خدا کے آگے اور نماز کے وقت۔ اسکے علاوہ ہرگز کسی کے سامنے نہ جھکو۔

(خسرو تہرانی، شہید کا شاگرد)

وزارت عظمیٰ اورصدارت

قیمت مناسب ہے

۱۳۵۹ مہر کی بات ہے۔ جمعہ کا دن تھا شہید رجائی نے مجھ سے پوچھا جمعہ پڑھنے نہیں چلیں گے؟

میں نے تائید میں سر ہلایا۔ سب لوگ ایک پرانی بس میں سوار ہو گئے۔

جب بس ''اکپتان'' روڈ پر پہونچی اور ڈرائیور نے چاہا کہ ''جمہوری اسلامی'' روڈ کی طرف سے جائے شہید نے اس سے کہا: اگر زحمت نہ ہو تو اس طرف سے چلئے۔ کچھ دیر کے بعد کہا: گاڑی کی رفتار تھوڑی کم کر دیں۔ پھر غور سے باہر کی طرف نگاہیں دوڑانے لگے۔ جب گاڑی تھوڑا آگے بڑھ گئی تو فرمایا!

خدا کا شکر ہے جنگ کے باوجود پھلوں کی قیمت مناسب ہے۔

(جعفر علاقہ مندان)

تازہ ناشپاتی

گرمی کا زمانہ تھا، ناشپاتی ابھی بازار میں نہیں آئی تھی۔ کسی نے وزیراعظم کے سکریڑی کی خدمت میں ناشپانی لاکر دی تاکہ انہیں وزیراعظم کی خدمت میں پیش کریں۔

جب انہیں صاف کر کے اور دھوکر شہید رجائی کی خدمت میں پیش کیا گیا تو پوچھا کون لایا ہے؟ بتایا گیا فلاں صاحب۔ شہید رجائی نے ان کو بلایا اور ان سے پوچھا ''آپ کو معلوم ہے محمد رضا شاہ پہلوی کس طرح بادشاہ بنا؟ اسکی شہنشاہیت اسی طرح شروع ہوئی تھی۔ ایک دن تازہ ناشپاتی، ایک دن کوئی نایاب پھل، ایک دن کوئی قیمتی تحفہ۔ اس نے سوچا کہ لوگ میری کتنی عزت کرتے ہیں۔ اسی طرح بنی صدر بھی اپنے ہم نواؤں کی چاپلوسی اور آؤ بھگت سے اپنے کو ایران کا شہنشاہ سمجھنے لگا تھا۔

اگر آپ میری خدمت کرنا چاہتے ہیں تو آپ مجھے یہ یاد دلائیں کہ میں وہی محمد علی رجائی عبدالصمد کا بیٹا ہوں جو نوجوانی میں برتن بیچا کرتا تھا نہ یہ کہ ان چیزوں کے ذریعہ مجھے آسمان پر چڑھائیں۔

(کمال تبریزی، شہید کے دفتر کا ملازم)

ایک البم

شہید رجائی خراسان گئے اور وہاں کی مختلف جگہوں کا معائنہ کرنے کے بعد واپس تہران آ گئے۔ مشہد مقدس کے متولی نے اس سفر کا ایک البم تیار کر کے آقائے رجائی کی خدمت میں بھیجا۔

جس وقت شہید رجائی نے البم دیکھا تو مجھے آواز دی اور پوچھا: ان لوگوں نے یہ کیا کیا ہے؟ اس البم کو واپس بھیج دیجئے۔

رابطہ عامہ کے ہیڈ (Head) آقائے لطفی نے کہا: یہ ان کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔ کہا: نہیں! یہ سب کام صحیح نہیں ہیں۔ پھر مجھ سے پوچھا: آپکی نظر میں یہ کام کیسا ہے؟ میں نے جواب دیا: صحیح نہیں ہے۔ پھر کہا: اگر انہوں نے یہ کام اپنے پیسوں سے کیا ہے تو اسراف کیا ہے اور اگر بیت المال کے پیسے لگائے ہیں تو اچھا کام نہیں کیا۔ پھر اس البم کو واپس بھیج دیا۔

(خسرو تہرانی)

سب سے پہلا کام، نماز جماعت

کمال اسکول (KAMAL SCHOOL) کے اساتذہ کا یہ معمول تھا کہ مہینے میں ایک بار کوئی پروگرام کرتے تھے اور اس پروگرام میں قرآن پڑھا جاتا تھا، اسکی آیات کی تفسیر بیان ہوتی تھی اور روزمرہ کے سیاسی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی۔ یہ پروگرام مغرب کی اذان کے بعد شروع ہوتا تھا۔ پہلے نماز جماعت ہوتی تھی اور پھر پروگرام شروع ہوتا تھا۔ اس پروگرام میں بہت سی شخصیات جیسے محترم رجائی، جلال الدین فارسی، ڈاکٹر باھنر، ڈاکٹر بہزودی، ڈاکٹر کارشناس اور دوسری شخصیات شرکت کرتی تھیں۔

ایک دن یہ پروگرام میرے گھر پر ہو رہا تھا۔ جلال الدین فارسی نے شہید رجائی سے پوچھا: اگر اسلامی حکومت بن جائے اور آپ وزیر اعظم بنیں تو سب سے پہلے کون سا کام کرینگے؟

رجائی نے جواب دیا: میں سب سے پہلا کام یہ کرونگا کہ تمام سرکاری

دفاتر میں نماز جماعت قائم کروں گا۔اس وقت سب لوگ ان کی بات سنکر ہنسنے لگے کیونکہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شاہ ایران کی حکومت ختم ہو جائے گی اور رجائی وزیراعظم بنیں گے۔

لیکن اس کے پندرہ سال بعد جب شہید رجائی وزیراعظم بنے تو وزیراعظم کی طرف سے ریڈیو سے سب سے پہلا جو اعلان ہوا ہے وہ یہی تھا کہ ''وزیر اعظم محترم رجائی نے تمام سرکاری دفاتر میں نماز جماعت قائم کرنے کا پیغام صادر کیا ہے'' بے ساختہ میری زبان سے یہ کلمات جاری ہوئے ''رجائی خدا آپ کے ماں باپ پر رحمت کرے۔اس وقت جب آپ یہ بات کہتے تھے تو ہم سب ہنستے تھے لیکن آج آپ نے اسے ثابت کر کے دکھایا۔

(رجب علی زمانی، کمال اسکول کا ایک ملازم)

شخصی ملاقات ممنوع

صبح تقریباً ۹:۳۰ بجے تھے وزیر اعظم شہید رجائی (جو میرے چچا تھے) کے دیدار کیلئے ان کے آفس گیا۔ ان کے سکریٹری سے میں نے کہا: مجھے ان سے ملنا ہے ان کو اطلاع دے دیں۔ جب وہ واپس آیا تو جواب منفی تھا۔ میں نے دوبارہ کہا وہ اندر گیا اور پھر باہر آ کر مجھ سے کہنے لگا وہ کہہ رہے ہیں کہ ابھی آپ بیٹھ جائیے۔

میرے چچا دو مرتبہ کسی کام سے باہر آئے میری طرف دیکھا لیکن صرف سر ہلا کر اندر چلے گئے۔ پھر تقریباً بارہ بجے آئے اور مجھے اندر لے گئے۔ میں نے ناراض ہو کر کہا: چچا جان! میں ساڑھے نو بجے سے یہاں ہوں اور آپ نے میری طرف کوئی توجہ بھی نہیں کی؟! کہنے لگے: مجھے معلوم ہے لیکن وہ وقت میرا نہیں تھا بلکہ وہ ایران کے ۳۶۰۰۰۰۰۰ افراد کا وقت تھا اور تم صرف اس لئے آئے تھے کہ مجھ سے ملاقات کرو۔ اگر تم کسی سرکاری کام سے آئے ہوتے تو

اسی وقت تم سے ملتا اور تمہارا کام انجام دے دیتا۔لیکن چونکہ تم آفس ٹائم (Office time) میں اپنے شخصی کام کیلئے میرے پاس آئے تھے اس لئے میں تم سے نہیں مل سکتا تھا اور اب ۱۲ سے ایک بجے تک میری چھٹی ہے اور یہ وقت میں تمہارے اختیار میں دیتا ہوں۔

(عبدالصمد رجائی، شہید کا بھانجا)

ایک مشہور تصویر کی بات

شہید رجائی کی ایک مشہور و معروف تصویر ہے جسمیں آپ ایک ضعیف العمر شخص کے سامنے کھڑے ہیں۔ وہ آپ کی ٹھڈی پکڑے ہے اور دونوں ایک دوسرے پر نظریں جمائے ہیں۔

(الیکشن کے زمانے میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ جولوگ الیکشن میں کھڑے ہوتے ہیں ان کے حامی ان کی مختلف تصویروں اور مختلف جملوں کے ذریعہ ان کا اشتہار (Publicity) کرتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اسمیں اکثر تصویریں ایسی ہوتی ہیں جو حقیقی نہیں ہوتیں اور اکثر جملے ایسے ہوتے ہیں جو خود اس (Candidate) کے نہیں ہوتے)۔

بنی صدر کے فرار کے بعد جب شہید رجائی نے بھی صدارت کے انتخابات کیلیۓ اپنی رضایت دیدی تو ان کے حامیوں نے چاہا کہ ان کی اس معروف

تصویر کے ذریعہ (Publicity) کی جائے، اس لئے انہوں نے اس تصویر کے نیچے ایک جملہ لکھا جسمیں وہ ضعیف شخص شہید رجائی سے کہہ رہا ہے ''میں تمہاری حمایت کرتا ہوں لیکن تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ معاشرے میں اسلام رائج کرو'' شہید رجائی نے جب اس کو دیکھا تو راضی نہیں ہوئے اور کہنے لگے یہ جھوٹ ہے کیونکہ اس ضعیف العمر شخص نے مجھ سے یہ بات نہیں کہی تھی جو تم نے لکھی ہے بلکہ دوسری بات کہی تھی۔

(کیومرث صابری)

مقصد اسلام ہے نہ کہ مقام ومنصب

وہ ہمیشہ کہتے تھے جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں فلان اسلامی انجمن کا ممبر ہوں تو اسے یہ بات اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ لاکھوں شہدا اور معذور افراد اس کے کان میں یہ کہتے ہیں کہ ہم شہیدوں اور جانبازوں کا پیغام صرف یہ ہے کہ معاشرے میں اسلام اور قوانینِ اسلام رائج ہوں۔

اور شہدا کے خاندان والوں کو ہمیشہ وزیر اعظم سے، صدر سے اور دوسرے تمام وزراء مملکت سے یہی توقع ہوتی ہے کہ وہ شہیدوں کے دیئے ہوئے تحفہ یعنی ''اسلام'' کو زندہ کریں اور اسے معاشرے میں رائج کریں۔ آپ سب کو مجھ سے سوال کرنے کا حق ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں، میں نے اسلام کیلئے کیا کیا ہے؟ غریب اور مستضعف طبقہ کیلئے کیا کیا ہے؟ چاہے میں ملک کا صدر ہو جاؤں یا کچھ اور، آپ کو مجھ سے اور سب سے مطالبہ کرنا چاہیے اور تمام مسئولین کو آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر خود سے یہ پوچھنا چاہیے کہ اب تک ہم نے اسلام کے لئے کتنا کام کیا ہے؟

(جعفر علاقہ مندان)

سادہ زندگی

جب شہید رجائی ایران کے وزیر اعظم بنے ،ان کا ایک دوست جو تدریس (Teaching) کے زمانے میں ان کے ساتھ تھا، ان کے دفتر میں ان سے ملاقات کرنے آیا۔ جب اس نے دفتر کے ساز و سامان خصوصاً کرسیوں اور میز کو (جس پر شہید رجائی کام کرتے تھے) دیکھا تو اسے اچھا نہ لگا اور کہنے لگا: محترم رجائی صاحب! اب تو آپ وزیر اعظم ہیں۔ یہ لکڑی کی کرسی اسکولوں میں کلاس روم کیلئے بہتر ہے لیکن آپ کے دفتر کو یہ سب زیب نہیں دیتے اور پھر آپ کے وزراء نے کیا غلطی کی ہے کہ وہ بھی طالب علموں کی طرح ان سخت کرسیوں پر بیٹھیں؟!

شہید رجائی نے جواب دیا: اگر وزرائے مملکت کی کرسی نرم اور آرام دہ ہوگی تو وہ لوگوں کو مشکلات کا احساس نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر اس کرسی پر بیٹھ کر نیند آنے لگے تو جناب وزیر یہ بھی بھول جائیں گے کہ وہ جمہوری اسلامی کے وزیر ہیں۔

(رمز جاودانگی)

وزیراعظم کا دفتر

میں شہید رجائی کے دفتر کا انچارج تھا اور میرے کمرے میں کچھ اونچی کرسیاں، کام کرنے کیلئے ایک سادہ سی میز، مہمانوں کیلئے دو صوفے اور سامنے ایک ٹیبل رکھا تھا۔ایک دن میرے کمرے میں آئے اور ان صوفوں کو دیکھ کر کہنے لگے یہ کس کیلئے ہے؟ میں نے کہا آنے والے مہمانوں کیلئے تا کہ ان کا احترام باقی رہے۔ جواب میں کہنے لگے! میرے عزیز بھائی یہ کام کرنے کی جگہ ہے نہ کہ سونے کی۔ اگر محترم مہمان آئیں، اس آرام دہ کرسی پر بیٹھیں تو انہیں نیند آئے گی اور وہ یہ بھی بھول جائیں گے کہ کس کام کیلئے یہاں آئے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے کمرے کو دیکھ کر لوگ یہ سوچیں گے کہ جب یہ کمرہ ایسا ہے تو وزیراعظم صاحب کے کمرے میں کتنا آرام ہوگا لہٰذا میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ انہیں یہاں سے ہٹوا دیں تا کہ لوگوں کو یہ احساس ہو کہ ہمارے ملک کا وزیراعظم بھی ہمارے جیسا ہے۔

(حسن عسکری راد)

قوم کی خدمت

ایک بار شہید رجائی نے اپنے کسی وزیر کو معزول کر دیا جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو فرمایا: ان صاحب کا کہنا تھا ۳۰۰ میٹر کا گھر میرے اور میرے گھر والوں کی زندگی گزارنے کیلئے کم ہے لہٰذا جو گھر ان طاغوتی افراد سے لئے گئے ہیں ان میں سے ایک گھر مجھے دیا جائے یا میرے ہاتھ بیچا جائے تا کہ میرے اہل خانہ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

میں نے ان سے یہ کہا کہ ہم اس لئے انقلاب نہیں لائے ہیں کہ ہم

طاغوتیوں کے گھروں کو لے کر خود اسمیں رہنے لگیں ہم نے قیام کیا ہے تا کہ لوگوں کی مشکل کو حل کریں۔ اگر ہم بھی ان کی طرح رہنے لگے تو لوگوں کی مشکلات اور ان کے درد و غم کو بھول جائیں گے۔ میں جو کہ وزیر اعظم ہوں یہ سوچتا ہوں کہ خدا نے شاید جہنم میں سب سے بڑی جگہ وزیر اعظم کیلئے رکھی ہوگی اسلئے کہ اسکے ہر قول اور ہر عمل کا ربط ۳۶۰۰۰۰۰۰/ افراد کی سرنوشت سے ہے۔

(حسن عسکری را)

ملت کا درد

وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ہماری قوم بہت اچھی ہے اور اسے ہم سے کوئی گلہ، شکوہ نہیں ہے لیکن جو چیز لوگوں کو ناراض کرتی ہے اور ان کے جذبات کو مجروح کرتی ہے وہ بعض نا اہل افراد کی بے عدالتی اور بیت المال سے سوء استفادہ کرنا ہے۔

ایک T.V.Station نے چاہا کہ شہید رجائی کے گھر کی فلم بنا کر ٹیلی ویژن پر دکھائی جائے۔ اس کیلئے پہلے ان کے گھر میں کچھ ضروری تعمیرات اور سادہ سی نقاشی کی گئی جس کا پورا خرچہ خود محترم رجائی نے ادا کیا۔

لیکن جس وقت وہ لوگ فلم لینے کیلئے تیار ہو گئے تو شہید رجائی پشیمان ہو کر کہنے لگے: ''کیا ضرورت ہے کہ آپ یہ کام کریں؟ میں لوگوں سے شرمندہ ہوں کہ بعض افراد کے پاس سر چھپانے کو جگہ نہیں ہے اور وہ ایک کمرے کی خاطر ترس رہے ہیں۔ ایسے میں آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو میرا گھر

دکھائیں! یہ کہاں تک مناسب ہے؟''

ان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اور ان کے گھر والے یہ کوشش کرتے تھے کہ بیت المال سے استفادہ نہ کریں تاکہ لوگوں کے حقوق پامال نہ ہوں اور ملک میں عدل وانصاف کی حکومت برپا ہو سکے۔

(حسن عسکری راد)

یہ بھی زیادہ ہے

ان کے ایک بھانجے کا بیان ہے کہ ہمیشہ کی طرح ہم نے چاہا کہ ایک مرتبہ پھر خاندان کے تمام افراد جمع ہو کر آپس میں گفتگو کرتے ہیں اس لئے میں نے اپنے ماموں جان شہید رجائی سے کہا: ہم نے کیا گناہ کیا ہے کہ آپ صدر مملکت بن گئے اور ہم لوگ آپ کے دیدار سے بھی محروم ہو گئے۔ فرمایا: صحیح کہہ رہے ہو صدارت کی ذمہ داری اور لوگوں کے مسائل کے حل نے مجھے تم لوگوں سے دور کر دیا ہے۔ لہٰذا فلاں دن صبح چھ بجے آپ سب لوگ تشریف لائیں تاکہ آپ لوگوں کی کچھ ضیافت بھی ہو سکے اور صلہ رحم بھی ہو۔

وعدہ کے مطابق سب لوگ ان کے گھر پہنچے۔ وہ مسافروں کی طرح صرف دو کمروں میں زندگی گزار رہے تھے جیسے کہ ان کو یہاں سے کہیں اور چلے جانا ہے اور وقتی طور پر یہاں رہ رہے ہیں۔

پھر میں نے دیکھا کہ ایک کمرے میں ایک سادہ سا موکٹ بچھا ہے اور ایک سادہ سی میز کے ارد گرد چند لکڑی کی کرسیاں لگی ہیں جہاں ہماری ضیافت کا سامان مہیا ہے۔

میں نے مذاق میں ان سے کہا: آپ نے تو اپنی اس سادہ سی زندگی کے ذریعہ صدر مملکت کی آبرو بھی مٹی میں ملادی ہے۔

کہنے لگے: تم صحیح کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا: آپ کا کیا مطلب ہے کیا ایسا نہیں ہے؟

ماموں جان: ہم آپ سے یہ نہیں چاہتے کہ آپ کے پاس حکومتی ساز و سامان ہو لیکن یہ کرسیاں باغیچوں کیلئے ہوتی ہیں نہ کہ آپ کے (Drawing Room) کے لئے۔

فرمایا: اگر یہ طے پائے کہ حکومت اسلامی اور جمہوری ہو اور حاکم یہ چاہے کہ اسلام کی بنیاد پر ملک میں عدل وانصاف کی حکومت قائم کرے تو سب سے پہلے خود حاکم کو تمام لوگوں کی طرح یا اکثر لوگوں کی طرح بننا پڑے گا اور انہیں کی طرح زندگی گزارنا پڑے گی اس لئے یہ بھی میرے لئے زیادہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

(مجتبیٰ رسولی)

اسی لباس میں

زندگی کے آخری لمحات تک بھی ان کے پاس کوئی گاڑی نہیں تھی۔انقلاب سے پہلے وہ کہا کرتے تھے کہ ایک ٹکٹ خرید کر میں آرام سے عام بس میں سوار ہو کر کہیں بھی جا سکتا ہوں پھر گاڑی کس لئے خریدوں جسکی وجہ سے میرا پیسہ، وقت اور آزادی سب اس گاڑی کے مرمت اور اسکی حفاظت کے نذر ہو جائیں؟

پھر انقلاب کے بعد جب ان کو مختلف حساس عہدے ملے جیسے وزیر تعلیم و تربیت، پارلیمنٹ کے ممبر، وزارت عظمٰی، صدارت اور پورا اختیار ان کے پاس تھا اور اپنے گھر والوں کیلئے کم از کم ایک معمولی سی گاڑی تو خرید ہی سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ظاہری وضع وقطع اور

لباس کے اعتبار سے بھی یہ منصب ومقامات ان کے اندر کوئی تبدیلی نہیں لا سکے۔ وہ ہمیشہ وہی لباس پہنتے تھے جو معلّمی (Teaching) کے زمانے میں پہنا کرتے تھے۔ باوجود اس کے کہ دوسرے ممالک کے مہمانوں اور وزراء سے ملاقات کرنا ہوتی تھی اور ان کے دوست واحباب ہمیشہ ان سے کہا کرتے تھے کہ کپڑے تبدیل کرلیں اُن کی کوئی دلیل بھی ان کو اس بات پر قانع نہیں کر پاتی تھی کہ وہ نیا لباس خریدیں بلکہ وہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ اب بھی وہی لباس استعمال کر رہا ہوں۔

(رمز جاودانگی)

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

جب شہید رجائی کو امام خمینیؒ کے دست مبارک سے صدارت کے عہدہ کا حکم نامہ دیا گیا تو ان کے منہ سے نکلنے والے جملے کچھ اسطرح کے تھے "خدایا کتنی ہی ایسی نعمتیں ہیں جن کا میں اہل نہیں تھا لیکن تو نے مجھے عطا کیں۔ خدایا میری مدد فرما اور وہ لغزشیں اور خطائیں جو مقام و منصب پانے کے بعد ہر انسان سے صادر ہوتی ہیں ان اسے مجھے محفوظ فرما" یہ شہید رجائی کے دل سے نکلنے والے وہ جملے تھے جو ان کے اعلیٰ اعتقاد اور ارفع خلوص کی عکاسی کر رہے تھے۔

ان کے ایک بھانجے کا بیان ہے کہ صدر مملکت بننے کے بعد میں ان سے پوچھا: جب

(امام خمینیؒ کے بیٹے) احمد خمینی آپکا صدارت نامہ پڑھ رہے تھے تو آپ اس

وقت کسی فکر میں تھے اور کیا سوچ رہے تھے؟ کہنے لگے: تمہیں یاد ہے جب ہم چھوٹے تھے اور کھیلا کرتے تھے۔ ایک بادشاہ بنتا تھا ایک اس کا وزیر اور ایک غلام۔ بادشاہ غلام کو حکم دیتا تھا کہ فلاں کام کرو۔

میں نے کہا ہاں یاد ہے! تمہیں یاد ہے کہ کھیل کے آخر میں سب بچے مل کر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

سر به سرت گذاشتیم   کلاه سرت گذاشتیم
خیال کردی تو شاهی   همان غلام سیاهی

"ہم نے تجھے بیوقوف بنایا ہے۔ یہ تمہارا خیال خام ہے کہ تم بادشاہ ہو۔ در حقیقت تم وہی سیاہ فام غلام ہو"

جب صدارت نامہ پڑھا جا رہا تھا تو میں سوچ رہا تھا اور اپنے آپ سے یہی کہہ رہا تھا کہ مغرور نہ ہو جاؤں! ٹھیک ہے کہ تم صدر مملکت بن گئے ہو لیکن در حقیقت تم بھی اسی غلام سیاہ کی طرح ہو اور مقام و منصب سب وقتی ہے۔

(یوسف صباغیان)

اسراف ممنوع

شہید رجائی جب وزیر اعظم تھے اس زمانے میں ہر ہفتے کسی وزیر کے دفتر میں جلسہ ہوتا تھا جب وزیر اعظم شہید رجائی کی باری آتی تھی تو وہ نہایت ہی سادہ میز بانی کے ساتھ اسے انجام دیتے تھے۔ان کے کھانے میں معمولی سا پلاؤ یا سادہ سبزی ہوتی تھی اور افراد کی تعداد کے اعتبار ہی سے کھانا کھانے کا سامان دستر خوان پر چنا جاتا تھا۔

ایک دن جلسہ شروع سے پہلے کسی نے مذاق میں کہہ دیا ؛ہم جب بھی جناب وزیر اعظم کے مہمان ہوں ہمیں کھانے میں ذرا احتیاط سے کام لینا چاہیے اور اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھ لینا چاہیے۔شہید رجائی کسی کام میں مشغول تھے ان کی بات سنکر مسکرائے اور بولے:

یہاں کام کرنے کی جگہ ہے نہ کہ میز بانی اور مہمانی کی !دوسرے یہ کہ آپ کتنا کھا سکتے ہیں جتنا آپ کھا سکتے ہیں اتنا موجود ہے؟افراد کی تعداد کے اعتبار سے کافی کچھ ہے اور اس سے زیادہ انتظام کرنا اسراف ہے جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔

(رمز جاودانگی)

رجائی کے یا صدر مملکت کے مہمان ؟!

ان کے بھانجے کا بیان ہے کہ شہید رجائی کے زمانے میں منافقین کی طرف سے مسئولین اور وزرائے حکومت کو بہت خطرہ تھا لہٰذا امام خمینیؒ نے ان کی مکمل حفاظت کا حکم صادر فرمایا: اس لئے شہید رجائی کو بھی صدر جمہور کے سرکاری مکان میں آنا پڑا۔ اسی زمانے میں ایک دن ان کے یہاں ہم لوگوں کی دعوت ہوئی۔ چونکہ وہاں پر حکومت کی طرف سے تمام وسائل وامکانات موجود تھے اسلئے میں بہت خوش تھا کہ آج ہماری بہت اچھی ضیافت ہوگی۔ لیکن علیک سلیک اور احوال پرسی کے بعد جب ہمارے لئے چائے وغیرہ لائی گئی تو توقع کے برخلاف وہی چائے کی پیالیاں اور وہی سامان دکھائی دیا جوان کے گھر میں

دیکھتے تھے۔ میں نے مذاق میں ان سے کہا: ماموں جان! یہ تو صدر مملکت کا گھر ہے پھر چائے کی یہ پیالیاں؟! کہنے لگے: اگر آپ رجائی کے مہمان بن کر آئے ہیں تو میرے پاس یہی پیالیاں، یہی سماور اور یہی سامان ہے۔ لیکن اگر آپ صدر جمہور کے مہمان بن کر آئے ہیں تو الگ بات ہے۔

ہمارے پاس یہاں سب کچھ ہے لیکن وہ سب بیت المال کا ہے اسے ہم گھر کے لئے اور اپنے رشتہ داروں کیلئے استعمال نہیں کر سکتے۔

(مصطفیٰ رسولی، شہید کا بھانجا)

وزیراعظم یا مزدور

آپ نے کسی ملک کے وزیراعظم کو مزدوری کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا، یعنی دنیا کے ہر وزیراعظم کے پاس، گاڑی، بنگلہ، نوکر چاکر سب کچھ ہوتا ہے لیکن ہمیں ایک ایسا وزیراعظم بھی ملتا ہے جو اپنے گھر کا سامان خود اپنے کاندھے پر اٹھا کر گھر لاتا ہے۔

جی ہاں یہ ایران کے وزیراعظم شہید رجائی ہیں۔

ان کے ایک ہمسائے کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز وزیراعظم رجائی کو دیکھا کہ اپنے کاندھے پر چاولوں کی بوری اٹھائے ہوئے اپنے گھر لے جا رہے ہیں۔ میں دوڑ کر ان کے پاس گیا سلام کیا اور کہا: آخر ہم کس دن کیلئے ہیں۔ آپ وزیراعظم ہیں آپ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اتنے بڑے عہدے پر فائز ہوتے ہوئے خود یہ زحمت اٹھائیں۔ آیئے میں بھی مدد کرتا ہوں۔

انہوں نے پہلے میرے سلام کا جواب دیا پھر گویا ہوئے:

''بہت بہت شکریہ! مجھے اپنے کام خود انجام دینا چاہیے اور مجھے اسکا اجر ملے گا۔ مجھے اس اجر سے محروم نہ کیجئے جسکا خدا نے وعدہ کیا ہے، یہ کہہ کہ آگے بڑھ گئے اور میں دانتوں تلے انگلیاں دباتا رہ گیا۔''

(ابوالقاسم جبلی، شہید رجائی کا پڑوسی)

میرے اس دن کی فکر کرو

جب وہ وزیر اعظم تھے۔ایک دن ایک پیغام پہونچانے کیلئے ان کے کمرے میں داخل ہوا۔گرمی کا زمانہ تھا اسلئے وہ ایک سادہ سی (بنیان) پہنے (جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی) بیٹھے دودھ اور خرمہ سے ناشتہ کرنے میں مشغول تھے۔سلام واحوال پرسی کے بعد میں نے ان سے کہا:

آخر آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ اپنا خیال کیوں نہیں رکھتے؟ اور زندگی کو اپنے اوپر اتنا سخت کیوں کرلیا ہے؟ ہم آپ سے یہ نہیں کہتے کہ آپ رضا شاہ پہلوی جیسے وزیر اعظم بنئے لیکن کم از کم اپنے کپڑوں کا تو خیال رکھیئے اور ایسے رہیے کہ پتہ چلے آپ وزیر اعظم ہیں!

انہوں نے ایک آہ بھری اور پھر ایک دلسوز اور تاریخی جملہ فرمایا جو ہمیشہ مجھے یاد رہیگا وہ یہ کہ میرے عزیز! میری اس حالت کی فکر نہ کرو! بلکہ میرے اس دن کی فکر میں رہو جب یہ عہدہ اور منصب مجھے غافل کر دے اور میں اپنے ماضی کو بھول جاؤں۔

خدا نہ کرے کوئی ایسا دن آئے کہ میں خدا اور لوگوں کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری بھلا بیٹھوں لہٰذا میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا کریں تا کہ میں اس سنگین ذمہ داری کو بخوبی نبھا سکوں۔ اس سے میں اتنا زیادہ متاثر ہوا کہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کی پیشانی چومنے لگا۔

(مجتبیٰ رسولی)

حق اللہ اور حق الناس

عابد شب زندہ دار

وہ اہل تہجد اور ایک شب زندہ دار عابد تھے لیکن اپنے دوستوں، یہاں تک کہ گھر والوں سے بھی اس بات کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا کوئی ان کے اس عمل سے آگاہ ہو۔ نماز صبح کے بعد دعا، تلاوت قرآن اور آیات الہٰی میں غور فکر سے کبھی غفلت نہیں برتتے تھے۔

ان کی زوجہ محترمہ کہتی ہیں کہ جوانی کے دنوں میں یعنی انقلاب کے پہلے سے لیکر شہادت تک۔ جن راتوں کو وہ گھر میں رہتے تھے نماز صبح کے فرائض انجام دینے کے بعد اگر طلوع آفتاب قریب ہوتا تھا اور بچّے ابھی سوئے ہوتے تھے اور نیند کی شیرینی اور سستی کی وجہ سے اٹھنے کیلئے تیار نہیں ہوتے تھے تو بلند آواز اور مذاق میں کہتے تھے:

بلند آواز میں باتیں نہ کرو کہیں بچے نیند سے بیدار نہ ہو جائیں اور کبھی ان کے سرہانے بیٹھ کر شفقت پدری سے ان کے کندھے سہلاتے تھے اور نرم اور دلنشین آواز میں انہیں نماز صبح کیلئے جگاتے تھے۔

(رمز جاودانگی)

صرف خدا کے لئے

جو لوگ شہید رجائی کو جانتے تھے یا کسی بھی طرح سے ان سے آشنا تھے وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ ایک آزاد اور صاحب عزت انسان ہیں۔ کسی کے آگے التماس کرنا یا کسی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ان کی زندگی کی لغت میں بالکل تھا ہی نہیں۔ یہاں تک کلاس میں بھی اگر بورڈ صاف کرتے وقت ڈسٹر ہاتھ سے گر جاتا تھا تو اسے اٹھانے کیلئے اپنی کمر نہیں جھکاتے تھے بلکہ سیدھے دو زانو ہو کر بیٹھتے تھے اور پھر ڈسٹر اٹھاتے تھے۔ حکم شریعت اور اسلامی طریقے کی بنیاد پر وہ ماں باپ کے احترام اور بزرگوں کی عزت کے قائل تھے اور کہتے تھے ہمارے ماں باپ اور ہمارے بزرگوں کا ہماری گردنوں پر وہ احسان ہے جسے ہم کبھی ادا نہیں کر سکتے لیکن اپنے شاگردوں سے یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ''بچو! کبھی بھی کسی کام کیلئے بھی، کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا اور کسی کے آگے نہ جھکنا۔ سوائے خدا کے اور نماز کے وقت۔

(خسرو تہرانی)

اوّل وقت نماز

شہید رجائی کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ واجب نمازوں کو بروقت اور اوّل وقت بجالاتے تھے اور اسمیں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے تھے بلکہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے انہوں نے آخر عمر تک اس بات پر عمل کیا، خاص کر نماز ظہرین کو وہ اہمیت دیتے تھے جو عام طور سے دفتر اور کھانے وغیرہ کا وقت ہوتا ہے۔ ان کا یہ طریقہ تھا کہ اگر کسی دن اتفاق سے وہ اوّل وقت نماز نہ پڑھ سکے تو اس کو جبران کرنے کیلئے وہ دوسرے دن روزہ رکھتے تھے۔ جمعرات کو مستحبی روزہ ضرور رکھتے تھے۔

ایک بار اصفہان میں حکومت کے مسئولین کے ساتھ وہ گفتگو کررہے تھے جیسے ہی ظہر کی اذان شروع ہوئی انہوں نے سب لوگوں سے خطاب کرتے

ہوئے کہا:اگر اس وقت مجھے یہ خبر دی جائے کہ آپ کا اہم (Important) فون آیا ہے تو کیا آپ لوگ مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں اپنی بات کو کچھ دیر کیلئے روک دوں اور فون ریسیو کر کے دوبارہ اپنی بات شروع کروں؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا بالکل آپ کو پورا اختیار ہے! یہ سن کر انہوں نے کہا :ابھی خدا کی طرف سے ایک اہم پیغام آیا ہے جو آپ لوگوں نے بھی سنا ہوگا لہٰذا پہلے ہمیں اپنے الٰہی وظیفہ کو انجام دینا چاہیے۔فوراً سب لوگ اٹھے اور نماز ظہر کیلئے آمادہ ہو گئے۔

(رمز جاودانگی)

وہی محمد علی رجائی

دوسروں کے کام، خدمت اور محنت کی تعریف وستائش اگرچہ ایک بہترین کام ہے لیکن شہید رجائی اس بات کے معتقد تھے کہ اگر انسان دوسروں کی تعریف وستائش پر کان دھرے گا تو اسکی خدمت اور اس کا کام ریاکاری میں بدل سکتا ہے جو اسکی تباہی کا سبب بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ انسان جب آہستہ آہستہ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننے کا عادی ہو جاتا ہے تو اسکا ہر کام خدا کے بجائے شیطان کیلئے وقف ہو جاتا ہے اور وہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے لئے جہنم آمادہ کرتا ہے۔

ان کے ایک دوست کا بیان ہے کہ ایک دن ہم اسکول کے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے اور کلاس کا وقفہ (Break time) چل رہا تھا ایک طالب کے

والد اسکول میں داخل ہوئے اور آتے ہی شہید رجائی کو ڈھونڈنے لگے۔آپ میں سے آقائے رجائی کون ہیں؟ مجھے ان سے کام ہے۔شہید رجائی نے کہا: میں ہی رجائی ہوں! فرمایئے کیا کام ہے؟ وہ شخص سامنے آیا اور شہید رجائی کا ہاتھ چومنا چاہا لیکن رجائی اٹھے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: آپ کیوں اپنے آپ کو زحمت دے رہے ہیں اور ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں!

اس نے کہا: میں آپکا شکر گزار ہوں۔آپ نے میرے لڑکے کو بالکل بدل دیا نہ صرف اس کو بدل دیا بلکہ آپکی زحمتوں اور آپکی راہنمائی سے ہمارے پورے گھرانہ کا ماحول تبدیل ہوگیا

گویا اسلام اور قرآن ہمارے گھر میں دوبارہ واپس آگیا ہے۔

شہید رجائی نے کہا: بہت بہت شکریہ، آپ نے میری اتنی تعریف کی کہ میں اپنے آپ کو کچھ اور محسوس کر رہا ہوں، مجھے اپنے اوپر غرور اور تکبّر ہونے لگا ہے۔مجھے ڈر ہے کہ اگر ایسی تعریفیں اور یہ محبتیں مجھے ملتی رہیں تو کہیں جہنم کی طرف نہ چلا جاؤں۔

شہید رجائی اس طرح کی باتوں سے بہت دور رہنے کی کوشش کرتے تھے اور اپنے دوستوں اور ساتھیوں کا انتخاب بھی اسی پیمانے پر کرتے تھے۔جب

وزیر اعظم بنے تو ایک موقع پر اپنے کسی ساتھی سے کہنے لگے: اگر آپ میری کچھ خدمت کرنا چاہتے ہیں اور مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو تعریفی جملے کہنے اور میٹھی باتیں کرنے کے بجائے مجھے یہ یاد دلاتے رہیں کہ میں وہی محمد علی رجائی عبد الصمد کا بیٹا ہوں جو پہلے گلی کوچوں کے چکر لگا تا تھا اور برتن بیچا کرتا تھا۔ جب بھی آپ کو محسوس ہو کہ میں اپنے آپ کو بھول گیا ہوں تو مجھے میرا ماضی یاد دلا دیں۔ آپ مطمئن رہیں یہ تلخ لیکن سچی باتیں میرے لئے زیادہ مفید اور شیریں ہوگیں۔

(رمز جاودانگی)

پڑوسی اسی کو کہتے ہیں

ہم شہید رجائی کے پڑوسی تھے اور وہ وزیراعظم بن چکے تھے۔انہیں دنوں ہم اپنے گھر کی مرمت میں مشغول تھے۔صبح سویرے جب میں اور میرے شوہر بچا ہوا مسالہ، گلی میں لے جا رہے تھے،تو شہید رجائی دکان سے روٹی لیکر گھر آرہے تھے۔جب ہمارے قریب پہونچے تو معمول کے مطابق سلام کیا اور فرمایا: میرے لائق کوئی خدمت؟

میرے شوہر محترم نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ کوئی خاص کام نہیں ہے۔لیکن وہ تیزی سے گھر گئے اور روٹی دیکر واپس آگئے اور آتے ہی اپنی آستین اوپر چڑھا کر ہماری مدد کرنے لگے۔ہم نے بہت منع کیا اور ان سے بہت اصرار کیا کہ آپ زحمت نہ کریں لیکن وہ کسی طرح نہ مانے اور کہنے لگے'': پڑوسی ہونے کا مطلب یہی ہے۔''

(منیرہ سادات مرزائی)

اس سے کچھ نہ کہو

ایک دن ماموں جان نے رات ہمارے ہاں بسر کی اور صبح اپنے دفتر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ایک نوجوان نے (جو انقلاب،امام خمینیؒ،اور جمہوری اسلامی کا مخالف تھا) جیسے ہی ان کو دیکھا ان کی شان میں گستاخی کی۔ مجھے فوراً غصہ آگیا لیکن انہوں نے مجھ سے کہا: اس سے کچھ نہ کہو۔

شہید رجائی کے انتقال کے بعد یہی نوجوان ان کے گھر آیا اور اپنی آنکھوں سے ان کی سادہ زندگی کا مشاہدہ کیا۔شرمندہ ہو گیا اور اپنا سر دیوار پر مار کر رونے لگا: پھر میری طرف مخاطب ہوا اور کہا: اس دن جب میں نے ان کی توہین کی تھی انہوں نے تم سے کیا کہا تھا: میں نے جواب دیا: انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے کچھ نہ کہوں اور چپ چاپ گھر چلا جاؤں" جب اس نے یہ سنا تو اور زیادہ غمگین ہو گیا اور کہنے لگا" کاش

کہ اس دن تم مجھے زور سے ایک طمانچہ مارتے تاکہ آج مجھے شرمندہ نہ ہونا پڑتا"

(رضا رسولی)

کچھ باتیں شہید کی زبانی

فقط خدا کا نام

(شہید کے آفس میں صرف ایک تصویر لگی رہتی تھی جس پر ''اللہ'' لکھا ہوا تھا۔ یہ تصویر شہید کے سر کے اوپر دیوار سے لگی رہتی تھی جو اس بات کی عکاسی کرتی تھی کہ ان کے سامنے صرف ایک ذات ہے اور وہ ہے خدا۔)

یہ تصویر جو میرے سر پر لگی ہے اور اسمیں فقط خدا کا نام لکھا ہے اس وقت سے یہاں ہے جب سے میں وزارت عظمیٰ کی کرسی پر آیا ہوں۔ اسی سادہ سی میز کے پیچھے بیٹھ کر معاشرے کی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کی ہے اور کبھی رات ۱۰ بجے بلکہ ۱۲ بجے تک اور اسوقت کام کیا ہے جب تک میری آنکھیں میرا ساتھ دیتی تھیں۔

بعض دوست مجھے ٹوکتے تھے اور کہتے تھے یہ معمولی میز اور کرسیاں وزیر اعظم کے دفتر کیلئے مناسب نہیں ہیں لیکن مجھے یہ قطعی پسند نہیں تھا کہ ایسے میز اور کرسی پر بیٹھوں جو لوگوں کی نگاہوں کو خیرہ کردے کتھی رنگ کا وہ جیکٹ جو آپ ہینگر پر لٹکی ہوئی دیکھ رہے ہیں میرا پسندیدہ اور مانوس لباس ہے جو میں سالوں سے پہن رہا ہوں۔

میں ایک بیقرار مجاہد تھا جو شہادت کیلئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ اسکول ہو یا قید خانہ، وزارت عظمیٰ ہو یا صدارت کی کرسی میرے لئے سب برابر تھے۔ کیونکہ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ صرف اسکا بندہ بن کر لوگوں کی خدمت کرونگا اسلئے میرے کمرے میں صرف خدا کا نام لکھا ہوا تھا اور اسی کو میں نے اپنی زندگی کی زینت بنایا تھا۔

عزت و استقلال

(اس تصویر کی زبانی جو ایران کے اس شجاع صدر مملکت اور اس وقت کے اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کے درمیان ملاقات اور گفتگو کی ہے۔)

دنیا مقام عبرت ہے اور یہ تصویر اسکی دلیل۔ میری زندگی کے تلخ و شیریں قصّے پڑھنے کے لائق ہیں، یتیمی سے نوجوانی تک پھر جوانی میں دن کو مزدوری کرنا اور راتوں میں پڑھنا، دشمن سے مقابلہ، قید، سخت سزائیں، انقلاب آزادی، وزارت عظمیٰ یہاں تک کہ اس وقت کے اقوام متحدہ کے سکریٹری (کورٹ والا ھایم) کے ساتھ امریکہ کے شہر نیویارک میں میری ملاقات۔

اس دن میں اپنی مظلوم قوم کے دفاع کیلیئے وہاں گیا اور اس عالمی کانفرنس میں مدلّل گفتگو کے ساتھ اپنی مظلوم قوم کی فریاد دنیا والوں کے کانوں تک پہونچائی اور عالمی استکبار کی مدد سے عراق کے ہمارے ملک ایران پر حملہ کی سخت مذمت کی۔

یہ اس تصویر جو میری تقریر کے بعد اقوام متحدہ کے سکریٹری سے میری ملاقات کی ہے۔ اس کہنہ مشق سیاستدان کیلیئے یہ ایک تعجب خیز بات تھی کہ مشرق

کا ایک مظلوم انسان خدا کا نام لیکر عالمی مستکبرین کے خلاف اپنی قوم کا دفاع کر رہا ہے۔

قناعت

آپ لوگوں نے یقیناً میرے کوٹ کے بارے میں سنا ہوگا کہ یہ اسوقت سے میرے ساتھ ہے جب میں استاد تھا۔ مجھے قناعت پر پورا اعتقاد تھا لیکن اپنے ظاہر کو بھی ہمیشہ پاک وصاف اور آراستہ رکھتا تھا۔ شاید میرے مخاطب بھی اس بات کا یقین نہ کرسکیں کہ سالوں تک اسی سادگی کے ساتھ زندگی گزارتا رہا ہوں۔ ایک بار "بندر عباس" کا سفر کر رہا تھا میرے کچھ ساتھی بھی میرے ساتھ تھے اور میں یہی کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ جب ہم لوگ منی بس سے نیچے اترے میری کوٹ سیٹ پر رہ گیا۔ ڈرائیور نے سوچا یہ میرے ساتھیوں میں سے کسی کا ہے لہٰذا اس نے مذاق کرتے ہوئے کسی کو آواز دی اور کہا: بھائی صاحب آپ اپنا کوٹ بھول گئے ہیں۔ آپ کس طرح اس بوسیدہ کوٹ کو پہن کر وزیر اعظم کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس نے بھی ہنستے ہوئے کہا: یہ جیکٹ خود وزیر اعظم کی ہے نہ کہ میری۔

ڈرائیور کا منہ تعجب سے کھلا رہ گیا اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ یا اللہ!

شاید آنے والی نسل میری مذمت کرے اور میری ملامت کرے کہ آخراتنی قناعت کیوں؟

لیکن ان سے بلکہ سب لوگوں سے میرا یہی پیغام ہے کہ جمہوری اسلامی میں اکثر لوگ نادار ہیں لہذا حکومت کے کارندوں کو کم از کم عوام کی طرح رہنا چاہیے یہاں تک کہ سب لوگ اپنے اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں۔

پندونصیحت والا گھر

اگر میں آپ کو اپنے مکان کی صورت حال بتاؤں تو آپ یقین نہیں کریں گے۔ اور آئندہ آنے والی نسل اگر یہ سنے گی تو کہے گی، یہ ایک افسانہ ہے حقیقت نہیں۔ کون شخص یہ باور کرسکتا ہے ایک ایسا آدمی جو نہ پیغمبر ہو، نہ امام، اس کے پاس اقتدار بھی ہو اور عرف و شریعت نے اسکو یہ حق بھی دیا ہو کہ وہ اپنی شان و شوکت کے مطابق زندگی بسر کرے، لیکن وہ ایسا نہ کرے، جبکہ حقیقت

یہی ہے۔

بہر حال میرا ایک سادہ سا گھر تھا۔ جب میں استاد تھا تب بھی اور جب صدر مملکت بنا تب بھی۔ اگر آپ صدر مملکت کے گھر کی باہری دیوار کی پرانی اینٹوں کو دیکھتے جن میں اب ہوا کا مقابلہ کرنے کی بھی طاقت نہیں یا اسکا تہ خانہ (Under Ground) دیکھتے جو کسی قید خانہ سے کم نہیں ہے تو آپ تعجب سے دانتوں تلے انگلیاں دباتے رہ جاتے۔

کاش کہ آج خاقانی زندہ ہوتا تا کہ اس تاریخی گھر کے بارے میں ایک شعر کہتا جو تمام انسانوں کیلئے ایک عبرت ہے اور آئندہ نسلوں کیلئے ایک پیغام ہے۔

لوگوں کا دیدار

جس وقت منی بس لوگوں کی اس بھیڑ کے سامنے رکی تو میں خود سے کہنے لگا: یہ سب دل اسلام اور تمہاری سچی خدمت کیلئے ہیں جو تمہیں دعائیں دے رہے ہیں۔ تا حد نگاہ سر ہی سر نظر آرہے تھے اور ان کی معنی خیز نگاہیں یہ کہہ رہی تھیں۔ خدایا! کیا یہی ہمارا وزیر اعظم ہے جو ایک معمولی سی گاڑی میں ہمارے دیدار کیلئے آیا ہے۔ یہ تو نہایت ہی سادہ ہے۔

اس وقت مجھے احساس ہوا کہ اگر حاکم، وزیر اعظم یا صدر لوگوں جیسی زندگی گزاریں تو لوگ اپنے اندر کتنا سکون اور چین محسوس کرتے ہیں۔ اور پھر وہ اپنے ملک اور وطن کیلئے جان نچھاور کرنے کیلئے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔

اصل مشکل

اس دن ہم دو مقاصد سے خراسان گئے تھے، ایک امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی غرض سے دوسرے وہاں کے مسئولین اور لوگوں کے دیدار

کیلئے۔امام رضا علیہ السلام کے روضہ کے صحن میں لوگوں کے سامنے یہی بات کہی کہ ہم صرف دو چیزوں کے ذریعہ ہر دشمن سے جنگ کر سکتے ہیں یہاں تک کہ امریکہ کو شکست دے سکتے ہیں۔ایک ثابت قدمی دوسرے قناعت۔

تقریر کے بعد آستانہ مقدس کے مہمان خانہ گیا جہاں ہماری ضیافت کا انتظام کیا گیا تھا۔جب میری نظر ان چیزوں پر پڑی تو میں نے خود سے کہا۔رجائی یہ ان لوگوں نے کیا کیا ہے۔یہ سب انتظامات کس کے لئے۔یہاں خاموش نہ رہنا ورنہ تم ہی اسکے ذمہ دار ہو۔صرف قسم،صلوات اور نعروں سے تو معاشرے کو نہیں چلایا جا سکتا۔اگر مرد ہو اور اپنے آپکو مدیر سمجھتے ہو تو صاف صاف کہہ دو، کیونکہ سب دعویٰ کرنے والے یہیں ہیں۔اور اصلی مشکل یہیں پر ہیں لوگوں کی کوئی غلطی نہیں ہے۔یہی لوگ ظلم کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں" الملک یَبقٰی مع الکفر ولا یَبقٰی مع الظلم "اگر حکومت کافر کی ہو لیکن انصاف ہو تو وہ حکومت باقی رہ سکتی ہے لیکن ظالم حکومت کیلئے کوئی بقا نہیں بلکہ اسے فنا ہونا چاہیے۔پھر میں خدا کی مدد سے ان لوگوں سے مخاطب ہوا کہا: آپکو اس امام رضاؑ کی قسم ہے کیا یہی حکومت ہے۔کیا ہم لوگوں سے بالاتر ہیں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم مسئولین اس واعظ کی طرح بن جائیں جو دوسروں سے تو کہتا ہے لیکن خود عمل نہیں کرتا۔

یہ سب اسراف اور اتنا سارا انتظام آخر کس لئے؟ وہ لوگ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں ایسی بات کہوں گا بلکہ بعض کو شاید برا بھی لگ گیا ہو لیکن انہیں اضافی سامان اٹھانا پڑا اور میں نے خدا کا شکر کیا کہ اس امتحان میں بھی کامیاب ہو گیا۔

ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

ROLE MODELS 2

SHAHEED MOHD ALI RAJA'EE

امام خمینیؒ:

سب لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ "شہید رجائی" ایک دیندار اور خدمتگار شخصیت تھی۔ اور وہ واقعا ایسے معلم با اخلاق تھے جنہوں نے اپنے رفتار و کردار کا وہ نمونہ پیش کیا جسکی مثال کم دیکھنے کو ملتی ہے۔

آیت اللہ خامنہ ای مدظلہ:

شہید رجائی بہت با اخلاق، متقی و پرہیزگار آدمی تھے۔ یہ ایسی شخصیت تھی جس نے واقعا اپنے آپکو پہچانا تھا۔ بعض لوگ اپنے آپ سے غافل رہتے ہیں اور نتیجہ میں ان کی شخصیت میں پائے جانے والے عیوب و نقائص ختم نہیں ہو پاتے، لیکن شہید رجائی ایسے شخص تھے جو اپنے آپ کی طرف مکمل طور پر متوجہ تھے لہذا ہمیشہ اپنے نقائص و عیوب کو کم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اور مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک پاکباز، فدائی، مخلص، متقی اور نابغہ روزگار انسان تھے۔

نشر شاهد

پتہ: تہران، آیت اللہ طالقانی سٹریٹ، ملک الشعرای بہار روڈ، گلی نمبر ۳

شعبہ تحقیقات و ثقافتی امور شہید فاؤنڈیشن

نشر شاهد ، تلفن: ۸۸۸۲۹۵۲۳

ISBN: 964-394-256-2

www.shahed.isaar.ir(www.navideshahed.com)